استکبار اور اس کے نتائج

قرآن کریم کی روشنی میں

اختر احسن اصلاحی رح

قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطالعے سے اور عقلاً بھی یہ ثابت ہوتا ہے کہ دنیا میں سب سے بڑا گناہ جرأۃ علی اللہ اور تمرد وسرکشی ہے۔ یہ معصیت ام المعاصی ہے۔ اس کے نتائج اور ثمرات اس قدر مہلک ہیں کہ اس کے سامنے شرک کی بھی کوئی حقیقت نہیں۔ شرک کے گناہ عظیم ہونے میں کیسے شبہ ہوسکتا ہے لیکن شرک کوئی ایسا مرض نہیں ہے جس کا علاج نہ ہوسکتا ہو۔ ایک مشرک سے یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اگر اس کے سامنے شرک کی برائیاں بیان کی جائیں اور خدا کی وحدانیت کے دلائل اس کو سمجھا دئے جائیں تو ممکن ہے وہ باطل پرستی سے تائب ہوکر سچا حق پرست بن جائے۔ لیکن ایک ایسے شخص سے جو کبر و غرور کے نشہ میں سرشار ہو توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کبھی راہ راست پر آئے۔ کیونکہ وہ اپنے تکبر کی بنا پر کلمۂ حق سننے تک کا بھی روادار نہ ہوگا پھر اس کی اصلاح ہو تو کیونکر ہو۔ یہی وجہ ہے کہ انبیاء کرام کی دعوت سب سے پہلے وہ لوگ قبول کرتے ہیں جن کے دل غرور سے پاک ہوتے ہیں جب کسی انسان پر غرور و استکبار کا بھوت سوار ہوجاتا ہے تو پھر اس کے سامنے ساری حجتیں بیکار ہوجاتی ہیں، تبلیغ و ارشاد کے تمام طریقے بے سود ہوجاتے ہیں جن کو قبول کرنا تو درکنار، اس کو سننے کے لئے بھی وہ تیار نہیں ہوتا۔

وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا ۚ (لقمان: ۷)	اور جب ان میں سے کسی کو ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو اکڑتا ہوا منہ پھیر کر چل دیتا ہے جیسے اس نے ہماری آیتوں کو سنا ہی نہیں، گویا اس کے دونوں کانوں میں ڈینٹ ہیں۔
يَسْمَعُ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُتْلٰى عَلَيْهِ ثُمَّ يُصِرُّ مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا	وہ اللہ کی آیتوں کو پڑھتے ہوئے سنتا ہے پھر بھی مارے غرور کے اڑا رہتا ہے گویا

(جاثیہ: ۸) اس نے ان آیتوں کو سنا ہی نہیں۔

یہی نہیں بلکہ وہ دوسروں کو بھی حق بات سننے سے روکتا ہے مبلّغین کی راہوں میں روڑے اٹکاتا ہے۔ ان کی توہین اور آزار کے درپے ہوتا ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِىْ لَهْوَ	اور لوگوں میں ایسے بھی ہیں جو واہیات قصّے کہانیاں
الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ	مول لے لیتے ہیں تاکہ لوگوں کو بے کچھ بوجھے
بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا	راہِ خدا سے بھٹکائیں اور آیاتِ الٰہی کی ہنسی
(لقمان: ٦)	اڑائیں۔

اور جب ہماری آیتوں کی خبر پاتے ہیں تو ان کی ہنسی بناتے ہیں۔ یہ انھیں لوگوں کا بیان ہے جن کے سروں میں کبر و غرور کا سودا سمایا ہوا ہے سورہ فاطر کی ایک آیت میں بالکل تصریح کر دی گئی ہے کہ حق سے اعراض کا سبب استکبار ہے۔

فَلَمَّا جَآءَهُمْ نَذِيْرٌ مَّا زَادَهُمْ	پھر جب ڈرانے والا ان کے پاس آ پہنچا تو
اِلَّا نُفُوْرًا ۝ اسْتِكْبَارًا فِى الْاَرْضِ	اس کے آنے سے ان کی نفرت کو ترقی ہو گئی
(فاطر: ۴۲۔۴۳)	غرور کرنا ملک میں۔

غرض حق سے اعراض، اعراض پر اصرار، افترا پردازی، آیات کی تکذیب، انبیاء کے ساتھ استہزا اور ان کی توہین، یہ ساری باتیں استکبار کے نتائج و ثمرات ہیں اور یہ وہ جرائم ہیں جو ابلیسانہ اور مجرمانہ حرکتوں کے آخری مظاہر ہیں۔ اسی بنا پر خدا نے ان تمام لوگوں کو جو ان اعمال کا ارتکاب کرتے ہیں سب سے بڑا ظالم اور مجرم قرار دیا ہے۔ چنانچہ فرمایا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ	اور اس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہے جس کو
فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِىَ مَا قَدَّمَتْ	رب کی آیتوں سے تذکیر کی جاتی ہے اور وہ ان
يَدٰهُ	سے اعراض کرتا ہے اور بھول جاتا ہے کہ اس کے
(کہف: ۵۷)	ہاتھوں نے کیا پیش کیا۔

اس کے ہم معنی آیات بے شمار ہیں لیکن ہم طوالت کے خوف سے انھیں ذکر نہیں کرتے۔
جب نوبت اس حد تک پہنچ جاتی ہے تو سمجھ لیا جاتا ہے کہ اب مرض لاعلاج ہے جتنی ہی دیر ہو گی۔

فساد کے جراثیم بڑھتے جائیں گے۔ اس کے بعد ضروری ہوجاتا ہے کہ خدا کی طرف سے ہلاکت وتباہی کا آخری اعلان سُنا دیا جائے تاکہ خدا کی مقدس سرزمین اس کے صالح بندوں کے لئے خالی ہوجائے۔

قرآن پاک میں جن قوموں کی تباہی کا حال بیان کیا گیا ہے ان کی ہلاکت کا اصلی سبب یہی بتایا گیا ہے کہ انھوں نے اپنے استکبار کی بنا پر خدا کے پیام کو بُری طرح ٹھکرا دیا اور طغیان وسرکشی کے نشہ میں رسولوں کی دعوت کا سننا تو درکنار ان کی توہین اور ایذا کے درپے ہوگئے۔ غور کیجئے نوحؑ اپنی قوم کی سرکشی سے عاجز آکر اس کی ہلاکت کی دُعا کرتے ہیں تو اس کا سبب کیا بیان کرتے ہیں؟ وہ فرماتے ہیں:

وَاِنِّیْ کُلَّمَا دَعَوْتُهُمْ لِتَغْفِرَ لَهُمْ جَعَلُوْٓا	اور میں نے جب کبھی ان کو بلایا تاکہ تو انھیں بخش
اَصَابِعَهُمْ فِیْٓ اٰذَانِهِمْ وَاسْتَغْشَوْا ثِیَابَهُمْ	دے تو انھوں نے اپنی انگلیاں کانوں میں ڈال
وَاَصَرُّوْا وَاسْتَكْبَرُوا اسْتِكْبَارًا ۚ	لیں اور اپنے اوپر کپڑے لپیٹ لئے اور ضد
(نوح : ۷)	کی اور غرور کیا بڑا غرور۔

اخیر میں فرماتے ہیں:

اِنَّكَ اِنْ تَذَرْهُمْ یُضِلُّوْا عِبَادَكَ	اے خدا اگر تو ان کو چھوڑ دے گا (یہ تباہ نہ کردئے
وَلَا یَلِدُوْٓا اِلَّا فَاجِرًا كَفَّارًا ۝	جائیں گے) تو تیرے بندوں کو گمراہ کریں گے اور ان سے
(نوح : ۲۷)	جو بھی پیدا ہونگے وہ بدکار اور ناشکرے ہوں گے۔

شیطان کا تمرّد:

تمرّد کی ایک واضح مثال شیطان کی ہے جس کا قصہ قرآن کی متعدد سورتوں میں مذکور ہے۔ اس نے تمرّد ہی کی بنا پر فرمان ایزدی کی اطاعت سے انکار کردیا اور تمرّد ہی کی بنا پر اسے خدا کے سامنے اس اعلان کی جرأت ہوئی کہ "میں تیرے بندوں کو ہمیشہ تیرے رستے سے بہکاتا رہوں گا" اور اسے یہ توفیق نہ ہوئی کہ اپنی نافرمانی پر پشیمان ہوتا اور توبہ کرتا کہ توبہ کرنے والوں کے لئے رحمت باری کا دروازہ ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ کیا آدمؑ سے خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں ہوئی تھی لیکن اس کا سبب غرور نہ تھا بلکہ غفلت تھی جو تقاضائے بشریت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جیسے ہی انھیں تنبیہ ہوئی فوراً توبہ کی۔

بنی اسرائیل کا تمرّد:

قرآن کریم میں جس کثرت اور تفصیل سے بنی اسرائیل کا ذکر آیا ہے غالباً کسی قوم کا نہیں آیا ہے اگر بنی اسرائیل

کی پوری تاریخ حضرت موسیٰؑ سے لے کر آنحضورؐ کے زمانے تک سامنے رکھی جائے تو ان کے عروج و زوال کی ایک مکمل تصویر نگاہوں کے سامنے آجائے گی۔ بنی اسرائیل کا ایک وہ زمانہ ہے جب ان پر خدا کی نعمت اور رحمت کا فتح باب ہوتا ہے وہ فرعون جیسے باغی اور سرکش بادشاہ کے پنجۂ استبداد سے حضرت موسیٰؑ کے ہاتھوں نجات پاتے ہیں اور استخلاف فی الارض کے لئے منتخب ہوتے ہیں، بادشاہت اور تخت و تاج کے مالک ہوتے ہیں۔ ان کو خدائے برتر کی جانب سے ایک عہدنامہ ملتا ہے کہ اگر تم لوگ میرے احکام و قوانین کی تعمیل کرد گے تو تم زمین کے وارث رہو گے اور میری برکتوں اور نعمتوں کے ہمیشہ مستحق رہو گے اور اگر تم نے میرے عہد کو توڑا تو تم میرے غضب و عذاب کے مستحق ہو جاؤ گے یہ خدا کا بنی اسرائیل کے ساتھ عہد تھا۔ یہ عہد ہر اس قوم سے ہوتا ہے جس کے ہاتھ میں نظام عالم کی باگ دی جاتی ہے تاکہ کارخانۂ کائنات درہم برہم نہ ہونے پائے۔ بنی اسرائیل اس عہد پر قائم نہ رہے۔ ان کے اندر دولت و ثروت، تخت و تاج اور مذہبی پیشوائی کا غرور پیدا ہو گیا۔ پھر انھوں نے اس نشہ میں احکام خداوندی کی ایک ایک دفعہ کی نافرمانی کی، انبیاء اور پیغمبران کی تذکیر اور تجدید عہد کے لئے آئے تو انھیں ٹھکرا دیا، بلکہ ان میں سے بعض کو قتل بھی کر ڈالا، انجام کار ان کی تمام عزت و ثروت چھن گئی اور بارہا ایسا ہوا کہ انھیں ظالم بادشاہوں کے ذریعہ عبرتناک تباہی سے دوچار ہونا پڑا، نبوت بھی، جو ہمیشہ اس قوم میں آتی ہے جسے خدا کو نوازنا منظور ہوتا ہے، ان سے چھن گئی اور آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل میں مبعوث ہوئے۔ آپ رحمت عالم بن کر آئے تھے اب بھی موقع تھا کہ وہ آسمانی بادشاہت کی بشارت سنانے والے پر ایمان لاکر اپنی کھوئی ہوئی عزت دوبارہ حاصل کر لیتے مگر غرور و تکبر کا نشہ ایسا نہ تھا جو اُتر جاتا۔ آخر انھوں نے اس موقع کو بھی کھو دیا۔

مختصر یہ کہ بنی اسرائیل کی تاریخ پڑھنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں:۔

(۱) کہ طغیان و سرکشی سے دلوں کی صلاحیت کھو جاتی ہے اور قلوب پر اس قدر تو برتو پردے پڑ جاتے ہیں کہ ان میں خیر کے گھسنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

(۲) طغیان و سرکشی قوموں کی ہلاکت اور دنیا و آخرت دونوں میں ذلت و رسوائی کا باعث ہے، یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کو بارہا اس سے روکا گیا۔ چنانچہ فرمایا کہ فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا الخ (ھود: ۱۱۲) تو تم جمے رہو جیسا کہ تمہیں حکم ملا ہے اور وہ بھی جنھوں نے تمہارے ساتھ توبہ کیا اور کج نہ ہونا۔

مختلف مواقع پر صراحةً واشارةً مسلمانوں کو تاکید کی گئی ہے کہ دیکھو تمہارا حال ویسا ہی نہ ہو جائے جیسا یہود کا ہوا۔

استکبار کا سلبی پہلو :

اب تک آپ کے سامنے استکبار کا ایجابی پہلو نمایاں کیا گیا ہے۔ اب سلبی پہلو پر بھی غور کر لیجئے کیونکہ
وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ

قرآن پاک میں بے شمار آیتیں ایسی ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح تمام خرابیوں کی بنیاد تکبر ہے اسی طرح تمام نیکیوں کا سرچشمہ خشیت ہے اور جس طرح تکبر سے ایمان اور رشد و ہدایت قبول کرنے کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے اسی طرح خشیت اور تقویٰ سے ایمان اور معرفت حق کی روشنی پیدا ہوتی ہے بلکہ حق یہ ہے کہ انھیں لوگوں سے دعوتِ حق قبول کرنے کی امید کی جاسکتی ہے جن کے دل تکبر کے اثر سے بالکل پاک ہوتے ہیں ان کے کانوں میں صدائے حق پہنچتی ہے اور وہ اس کے نغمہ جاں نواز سے مست ہو جاتے ہیں گویا یہ ان کی گم شدہ دولت تھی جس کی جستجو میں وہ مدتوں سرگرداں تھے۔

سورہ مائدہ کی اس آیت پر غور کیجئے۔

وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ	اور تو مسلمانوں کی محبت میں سب سے نزدیک
اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى	ان لوگوں کو پائے گا جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں
ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا	اس واسطے کہ ان میں قسیسین اور رہبان ہیں
وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ (مائدہ : ۸۲)	اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

یہی وہ نصاریٰ ہیں جن کے سامنے آیات خداوندی کی تلاوت کی گئی تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور انھوں نے دعوت کا نہایت تپاک سے خیر مقدم کیا۔

وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَى الرَّسُوْلِ	جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے
تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا	تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں
عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا	آنسوؤں سے تر ہوتی ہیں۔ وہ بول اٹھتے ہیں
فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝ وَمَا لَنَا	کہ پروردگار! ہم ایمان لائے، ہمارا نام گواہی دینے
لَا نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ	والوں میں لکھ لے" اور وہ کہتے ہیں کہ "آخر کیوں

اَلْحَقِّ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ	نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے
الْقَوْمِ الصّٰلِحِيْنَ ۝	اسے کیوں نہ مان لیں جبکہ ہم اس بات کی خواہش
(مائدہ: ۸۳-۸۴)	رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے"

ذرا ان کے کلام پر غور کیجئے ایک ایک لفظ سے ان کی شیفتگی کا اظہار ہوتا ہے گویا اسی مطلوب کے انتظار میں وہ گھڑیاں گن رہے تھے۔ لیکن یہ کون لوگ ہیں؟ یہ رُہبان و قسیسن ہیں ان کا خاص وصف یہ ہے کہ مستکبر نہیں ہیں وَاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ اس سے ماقبل یہود کا ذکر ہے جن کو اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن بتایا گیا ہے اور ان کا خاص وصف عصیان و فسق بتایا گیا ہے یہ دونوں وصف تکبر کے لازمی نتائج ہیں۔

اس مسئلہ پر روشنی ڈالنے کے لئے سب سے زیادہ واضح آیت سورہ سجدہ کی ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ خدا کی آیتوں پر ایمان وہی لوگ لاتے ہیں جن کے سامنے جب اللہ تعالیٰ کی آیات پڑھی جاتی ہیں تو فوراً اپنے رب کی عظمت و جلال اور فضل و کرم کا پیام سن کر سجدے میں گر پڑتے ہیں اور یہ توفیق بھی اس وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ متکبر نہیں ہیں۔

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا	ہماری آیات پر تو وہ لوگ ایمان لاتے ہیں
ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّسَبَّحُوْا	جنھیں یہ آیات سنا کر جب نصیحت کی جاتی ہے تو
بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ	سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے رب کی حمد کے
(سجدہ: ۱۵)	ساتھ اس کی تسبیح کرتے ہیں اور تکبر نہیں کرتے۔

اس جگہ اسلوب کلام سے ظاہر ہو گیا کہ خدا کی آیتوں پر ایمان کی توفیق انھیں کو ہوتی ہے جن کے قلوب استکبار سے خالی ہیں۔ اب ذرا تذکیر کے مفہوم کو بھی سمجھ لینا چاہئے۔ افلاطون کا قول ہے کہ "انسان کو جن چیزوں کا علم ہوتا ہے وہ اس کے باطن میں موجود ہیں۔ خارج سے کسی چیز کا علم نہیں ہوتا"۔ یہ نظریہ کہاں تک صحیح ہے ہم کو اس سے بحث نہیں لیکن اتنا ضرور ہے کہ جتنے حقائق ہیں وہ انسان کی فطرت میں مرکوز ہیں۔ وہ اس کی فطرت سے الگ کوئی چیز نہیں قرآن نے اسی حقیقت کو اس طرح تعبیر کیا ہے ــــ
"اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوْا بَلٰى" "کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں"، سب نے کہا بیشک ہیں۔
لیکن اس مادی عالم میں رہ کر انسان غافل ہو جاتا ہے اور اس غفلت میں اپنی فطرت کی

آواز سنائی نہیں دیتی اس لئے ضرورت ہوتی ہے کہ خدا کی طرف سے یاد دہانی کی جائے اور اسے غفلت سے بیدار کیا جائے تاکہ وہ اپنی فطرت کی آواز سن سکے اسی تنبیہ اور یاددہانی کو "تذکیر" سے تعبیر کیا جاتا ہے اب جن پر یہ غفلت کا حجاب ہلکا ہوتا ہے اور ان کے اندر فہم و تدبّر کی صلاحیت موجود ہوتی ہے تو جب ان کے سامنے وہ آیات تلاوت کی جاتی ہیں جو حقائق کی طرف اشارہ کرتی ہیں تو وہ فوراً اپنی فطرت کی آواز سن کر قبول کر لیتے ہیں لیکن جو اس ظاہری عالم کے مزخرفات میں بھولے رہتے ہیں اور عزت و جاہ اور دولت و ثروت کے نشہ میں سرشار ہوتے ہیں ان کے اندر سے فہم و تدبّر کی صلاحیت مفقود ہو جاتی ہے اور ان پر غفلت کی اس قدر سخت کیفیت طاری ہو جاتی ہے کہ وہ حق کی آواز کسی طرح بھی سن نہیں سکتے یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے مستکبر، مختال، فخور اور اسی قسم کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔

(فاران۔ بجنور۔ ستمبر ۱۹۳۳ء)

ضروری اپیل

ادارہ علوم القرآن کے پیش نظر جو منصوبے ہیں ان میں قرآنی علوم پر ایک اچھی لائبریری کا قیام بھی شامل ہے۔ وسائل کی کمی کے باوجود بحمداللہ بنیادی کتابوں کی فراہمی کا کام شروع کیا جا چکا ہے۔ قرآنی علوم کی کتابوں کے علاوہ علمی رسائل خصوصاً ماہنامہ 'الاصلاح' کی فائلوں کی فراہمی لائبریری کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ اس سلسلہ میں اہل علم اور اصحاب خیر حضرات سے خصوصی طور پر تعاون کی درخواست ہے